PMS—003 Samra Nazir

مضمون :- علی گڑھ کی تحریک اور اردو ادب :-

خاکہ :-

اردو شاعری
حالی کی تنقید نگاری
جدیدیت
ادب برائے اصلاح
نظم و نثر میں نئے موضوعات
نثری ادب (شبلی نعمانی کا ادبی فن)
مولوی نذیر احمد اور ناول نگاری
سر سید احمد خان کی مضمون نگاری
ردعمل :-
رومانوی تحریک

شہد و شکر سے شیریں اردو زبان ہماری
ہوتی ہے جس کے بولے میٹھی زبان ہماری
(حالی)

اردو زبان :-

اردو اس وقت دنیا کی چند بڑی زبانوں میں سے ایک ہے۔ انگریزی کے بعد اردو دنیا کی سب سے بڑی زبان ہے۔ اردو بولنے اور سمجھنے والے تقریباً دنیا کے ہر خطے اور ہر ملک میں موجود ہیں۔ پاکستان کو میں اردو کو قومی زبان کا درجہ حاصل ہے۔ اور یہ ملک بھر میں رابطے کی واحد زبان ہے۔

اردو بجائے خود ترکی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی **"لشکر"** یا **"فوج"** کے ہیں۔ اردو زبان کی خاصیت یہ ہے کہ اسمیں ہر زبان کے الفاظ خواہ کسی بھی لہجے اور کتنے ہی مشکل کیوں نہ ہوں، با آسانی جذب ہو سکتے ہیں۔ اردو زبان جہاں رابطے کی زبان ہے۔ وہیں یہ قومی تشخص کی بھی علامت ہے۔ اردو زبان میں بہت سادگی

ثقافتی، علمی اور مذہبی سرمایہ ہے۔

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے۔

شاعری ایک بہت ہی معروف روایت اور انتہائی مقبول صنف ہے۔ اسکی بہت سی اقسام ہیں۔ زیادہ تر شعری اصناف عربی زبان سے ماخوذ ہیں۔ لیکن آج کل اردو شاعری جنوبی ایشیا کی تہذیب کا ایک اہم حصہ ہے۔

میر درد، غالب، داغ، اقبال، جگر، فیض، احمد ندیم قاسمی، محسن، فراز، انیس، ذوق، خواجہ حیدر علی آتش، اکبر، شکیب جلالی، حالی، ناصر کاظمی اور حسرت موہانی اردو شاعری کے سب سے بڑے اور چند اہم شعراء میں سے ہیں۔

برطانوی دور میں اردو زبان کو عروج حاصل ہوا اور اسے سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا۔ پاکستان کی قومی زبان بھی اردو ہے۔ بانی پاکستان نے ڈھاکہ میں ۲۱ مارچ 1947ء کو اعلان فرمایا تھا۔

پاکستان کی قومی زبان اردو اور صرف اردو ہو گی۔

اردو زبان و ادب صرف کاغذ پر ہی نہیں بلکہ اسکو وسیع پیمانے پر پڑھا، گایا اور سنا جاتا ہے۔ مشاعرے منعقد کیے جاتے ہیں۔ علامہ اقبال نے شاعری کے ذریعے اردو زبان میں روح پھونکی۔ اور اسی زبان کو عوام تک اپنے کلام کی ترسیل کا ذریعہ بنایا۔

لیکن اگر اردو تنقید پر گفتگو ہو کی۔ جس سے پہلے مولانا الطاف حسین حالی کا نام

سا جائے گا۔ کیونکہ وہ پہلے تنقید نگار ہیں جنہوں نے اردو
تنقید کے اصول مقرر کیے۔

۱۸۹۳ء میں "**دیوان حالی**" شائع ہوا۔

اسمیں ایک مضمون تھا۔ ~~اس~~ جو کہ "مقدمہ شعر و شاعری"
کے نام سے مشہور رہا ہے۔ مقدمہ شعر و شاعری شائع ہوا تو
چاروں طرف سے مخالفت کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔
حالی کو خیالی اور ڈفالی جیسے ناموں سے پکارا گیا
لیکن جب طوفان تھما۔ اور سنجیدگی سے حالی کے کارنامے
پر غور کیا گیا تو تسلیم کرنا پڑا کہ حالی اردو کے پہلے
باضابطہ تنقید نگار ہیں۔ اور ان کی تصنیف اردو کی
پہلی باضابطہ کتاب ہے۔

بابائے اردو مولوی عبدالحق نے اسے اردو
تنقید کا پہلا نمونہ کہا۔ اور پروفیسر آل احمد سرور نے اسے
اردو شاعری کا پہلا منشور کا نام دیا۔

اردو زبان کا جائزہ لیا جائے تو اگر جدیدیت پر
نظر دوڑائی جائے۔ تو یہ پتہ چلتا ہوگا کہ جدیدیت
کا ایک تاریخی، فلسفیانہ اور ادبی تصور ہے۔ ہمارے ملک
میں جدیدیت انیسویں صدی سے شروع ہوئی ہے۔ یہ
جدیدیت مغرب کے اثر سے آئی ہے۔

ادب میں جدیدیت کے واضح
تصور کی ایک خاص اہمیت ہے۔ جہاں جدیدیت نے
نئے ادب اور نئی آشنائیاں پیدا کیں ہیں۔ وہیں
بہت سی مشکلات اور نئی الجھنیں بھی بڑھائی ہیں۔ لیکن
انسانیت کی بقا صرف سائنس میں ہی نہیں ادب میں
بھی ہے۔

ابتداء میں ادب برائے ادب اور ادب برائے

Scanned with CamScanner

زندگی سے لوگ لگائے جاتے تھے چونکہ ادیب ایک صحت مند اور
باشعور معاشرے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہی
وجہ ہے کہ ادیب، شاعر اور ادبی شخصیات کو معاشرے
میں ایک مقام حاصل ہے۔

کارل یونگ نے اپنی کتاب میں لکھا۔

"Modern man is search of a soul"

کہ شاعر اور ادیب کا کام یہ ہے کہ وہ معاشرے کی روحانی
ضروریات کو پورا کریں۔ اگر ہم روحانی ضروریات
پر غور کریں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی قوم کی نفسیاتی
صحت کا دارومدار اس قوم کے شاعروں، ادیبوں اور
فنکاروں کی سچائی اور سماجی انصاف سے وابستگی پر ہے۔
روحانیت کی کنجی ہی سچائی ہے۔

قلم کی حوصلہ مندی اور
شجاعت نے بڑی بڑی تحریکات کی تشکیل کی۔ اور قلم کی طاقت
سے ہمت اور طاقت پر بڑی سے بڑی جنگ میں فتح یابی حاصل
ہوئی۔ سر سید احمد خان نے بکھری قوم کا شیرازہ سنبھالا۔
انہوں نے قلم سے اپنے مقاصد میں لکھے۔ جنہوں نے آہستہ آہستہ
افراد اور معاشرے کے ذہنوں کو کشادہ کیا۔ لوگ تعلیم کی
طرف مائل ہوئے۔ اور مشرق کے ساتھ ساتھ مغرب کی اہمیت
بھی سمجھ آنے لگی۔ ادب کے ذریعے لوگوں کی اصلاح کی

دراصل اردو ہی پاکستان کا ثقافتی ورثہ ہے

~ زندہ وطن ہے روح ثقافت اسی سے ہے
آزادی وطن کی علامت اسی سے ہے۔

اردو زبان و ادب کے ذریعے ہی علامہ اقبال اور
سر سید احمد خان نے مسلمانوں میں ایک نئی جذبہ
کی روح کو پھونکی۔

اردو ادب کی دو اصناف ہیں۔ اردو نثر اور اردو نظم یعنی کہ اردو شاعری۔ نظم شاعری کی ایک ایسی قسم ہے۔ جو کسی عنوان کے تحت ایک موضوع پر لکھی جاتی ہے۔ یہ بحر اور قافیہ سے پابند بھی ہوتی ہے۔ اور ان قیود سے آزاد بھی۔ اسمیں مضامین کی وسعت ہوتی ہے۔ نظیر اکبر آبادی نے نظم کو عروج دیا۔ انہوں نے اردو نظم میں اہم کردار ادا کیا۔ علامہ اقبال نے اردو نظم میں بہت کچھ لکھا۔

جبکہ نثر ایسے ہے ہیں۔ جب کوئی ادیب اپنے تخلیقی ذہن میں موجود خیالات کے جذبے کو قلم بند کرتا ہے۔ نثر کے لیے کسی بحر کی ضرورت ہے نہ قافیہ اور ردیف کی۔ نثری ادب کی مختلف اصناف ہیں مثلاً افسانہ، مختصر افسانہ، کہانی، داستان، آپ بیتی وغیرہ۔ نظم و نثر میں بہت سے موضوعات ہیں۔ نظم میں پابند نظم، آزاد نظم، معریٰ نظم، نثری نظم وغیرہ۔ جبکہ نثر بھی دو حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ افسانوی ادب اور غیر افسانوی ادب۔ اس کے علاوہ سر سید احمد خان نے بھی نئے موضوعات متعارف کروائے۔ شبلی نعمانی ان لوگوں میں سے ہیں جو سر سید احمد خان کے اثر اور فیض صحبت کی بدولت مذہبیت کے محدود اور تنگ دائرہ سے نکل کر ادب کے وسیع میدان میں آئے۔ انھوں نے اردو زبان میں اسلامی تاریخ کا صحیح ذوق پیدا کیا۔ تاریخ میں انھوں نے اسلامی تاریخ کی عظیم شخصیتوں کے حالاتِ زندگی قلم بند کرنے کا ایک سلسلہ شروع کیا۔ جس میں متعدد نامور اسلاف آ گئے۔ ان سب کی مشہور و مقبول کتاب خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کی سوانح "الفاروق" ہے۔ اس سلسلہ میں ان کی آخری تصنیف "سیرت النبیؐ" ہے۔

آپ جاتے تو ہیں اس بزم میں شبلی لیکن
حالِ دل دیکھیے اظہار نہ ہونے پائے

اردو ادب کی دو بڑی شخصیتوں میں شبلی ہی وہ خوددار ہستی ہے جس نے مغربی علوم وفنون کی تیز وتند آندھی میں بھی مشرقی علوم وفنون کے دیئے نہ صرف بجھنے نہ دیے بلکہ اپنی تلاش وجستجو سے اسکی لو بھی بڑھائی۔ **الفاروق، سیرت النبی** کے علاوہ شبلی نعمانی نے بے شمار تاریخی وتحقیقی مضامین لکھے۔ جس سے تاریخ دانی اور تاریخ نویسی کا عام شوق پیدا ہوا۔ شبلی نعمانی اعلیٰ درجہ کے سخن شناس تھے۔ شبلی نعمانی نے اردو اور فارسی دونوں میں شاعری کی۔ لیکن دونوں زبانوں کی شاعری کا مزاج مختلف ہے۔ اردو میں انہوں نے عموماً قومی اور سیاسی شاعری کی۔ اور فارسی میں عشقیہ شاعری ہے۔ جو کہ عوام کی زبانوں سے بھی گزرتی ہے۔ شبلی نے ہندوستان بھر سے علماء کو جمع کر کے علمی تحقیق و اشاعت کا ایک ادارہ "**دار المصنفین**" کے نام سے قائم کرنے کا ارادہ کیا۔ اسکا عملی انتظام بھی کیا۔ لیکن ادارے کا افتتاح ان کی وفات کے بعد ہوا۔ شبلی نعمانی کی خدمات اردو ادب کے لیے ناقابل فراموش ہیں۔ مولانا شبلی نعمانی کے علاوہ ڈپٹی مولوی نذیر احمد نے بھی اردو ادب کے لیے گراں قدر خدمات سر انجام دیں ہیں۔ مولوی نذیر احمد نے بے شمار تصانیف لکھیں۔ انکو اردو کا پہلا ناول نگار تسلیم کیا جاتا ہے۔ مولوی نذیر احمد کی تصانیف میں **"مراۃ العروس"، فسانہ مبتلا، محصنات، مواعظ حسنہ، الحقوق والفرائض، رویائے صادقہ** شامل ہیں۔ آپ نے مختلف کتابوں کا ترجمہ بھی کیا۔ جن میں **ترجمہ قرآن مجید، تعزیرات ہند، انڈین پینل کوڈ، قانون انکم ٹیکس 1861ء، شہادت 1876ء** اور

Scanned with CamScanner

قانون شہادت 1863ء شامل ہیں۔ اردو ناول نگاری کی بنیاد مولوی نذیر احمد نے رکھی۔ مولوی نذیر احمد نے بہت سی کتابیں لکھیں لیکن ان کی شہرت کا اصل راز ان کے ناولوں میں ہے۔ ان کا ایک ناول اتنا پسند کیا گیا کہ حکومت کی طرف سے ان کو انعام و اکرام سے بھی نوازا گیا۔ **توبۃ النصوح** کو بھی بے حد مقبولیت ملی۔ اس کے علاوہ نذیر احمد کو مکالمہ نگاری میں بھی مہارت حاصل تھی۔ انسانی نفسیات سے وہ گہری واقفیت رکھتے تھے۔ مولوی نذیر احمد کے ناول اور مضامین اردو مُستقل ادب کا قیمتی سرمایہ ہیں۔

سو میری گھٹی میں پڑی تھی ہو کے حل اردو زباں
جو بھی میں کہتا گیا حسنِ بیاں بنتا گیا۔
(فراق گورکھپوری)

اردو ادب کی خدمات میں سر سید احمد خان کا نام بھی شمار کیا جاتا ہے۔ سر سید نے بھی اردو زبان و ادب کے لیے گراں قدر خدمات پیش کیں۔ انہوں نے اپنے رفقاء کے ایک کمال سے فیض حاصل کیا۔ سر سید احمد خان نے متعدد تصانیف لکھیں جن میں **آثار الصنادید، اسباب بغاوت ہند اور سرکشی ضلع بجنور، کلمۃ الحق، خطبات، کیمیائے سعادت تحفۃ الحسن، اور آئین اکبری کی تصحیح** وغیرہ شامل ہیں۔ ان تصانیف کو بہت سراہا گیا۔ اس کے علاوہ سر سید احمد خان نے ایک تحریک چلائی۔ علی گڑھ تحریک ایک بہت بڑی فکری اور ادبی تحریک تھی۔ خصوصاً ادبی لحاظ سے اس کے اثرات کا دائرہ بہت وسیع ثابت ہوا۔ اس تحریک کی بدولت نہ صرف اسلوب بیان اور روح مضمون میں بلکہ ادبی انواع کے معاملے میں بھی نامور ان علی گڑھ کی توسیع کوششوں نے بڑا کام کیا۔ اور بعض ایسی اصناف ادب

کو رواج دیا۔ جو کہ مغرب سے حاصل کردہ تھیں۔ اردو زبان میں ایسا جادو ہے جو کہ دلوں کو باندھتا ہے۔ بقول شاعر

سا جو دل باندھے وہ جادو جانتا ہے
مرا محبوب اردو جانتا ہے

(ارشین دہلوی)

سرسید احمد خان نے مسلمانوں میں بیداری علم کی تحریک پیدا کی۔ آپ رشتوں میں صدی کے بہت بڑے مصلح اور رہبر تھے۔ سرسید احمد نے بہت سے مضامین بھی لکھے۔ جن میں رسم و رواج، خوشامد، آزادی رائے، غلامی، گزرا ہوا زمانہ، بحث و تکرار، امید کی خوشی، دین و دنیا کا رشتہ، وغیرہ شامل ہیں۔ سرسید احمد خان نے ایک رسالہ جاری کیا تہذیب الاخلاق کے نام سے۔ تاکہ مضامین لکھ کر تعلیمی اور معاشرتی، ادبی مشن کو پورا کیا جا سکے۔ سرسید احمد خان نے اردو زبان کو استعمال کر کے ذرہ آفتاب بنا دیا ہے۔ سرسید احمد خان ایک جامع الصفات شخص تھے۔ آپ نے اپنے مضامین کے ذریعے لوگوں میں نئی سوچ اور شعور پیدا کیا۔ سرسید احمد خان کی بدولت ہی اردو اس قابل ہوئی کہ علمی، سیاسی، اخلاقی، تاریخی الغرض ہر قسم کے مضامین کی حامل بنی۔ سرسید احمد خان کو اردو زبان مضمون نگاری کا بانی تصور کیا جاتا ہے۔ سرسید احمد خان نے مغربی نثری صنف (Essay) کی طرز پر اردو میں مضمون نگاری شروع کی۔ سرسید احمد خان نے اردو میں مضمون نگاری کی ابتداء کی تو ڈپٹی نذیر احمد نے ناول نگاری کی صنف کو متعارف کروایا۔ حالی نے سوانح نگاری سے اردو ادب کا ناتا جوڑا اور مقدمہ شعر و شاعری کی صورت میں جدید تنقید کے اصول وضع کیے۔ شبلی نے سیرت نگاری

Scanned with CamScanner

جیسی صنف کا تحفہ اردو ادب کو دیا۔ یہ زمانہ اردو ادب کا شاندار دور تھا۔ سر سید احمد خان نے جہاں مذہبی اخلاقی اور سیاسی موضوعات پر لکھا وہیں تعلیم، سائنس انگریزی دوستی، مغربی تہذیب کی اچھائیاں اور عام مسلمانوں کے حالات جیسے موضوعات کو نظر انداز نہیں کیا۔ ان مضامین نے نہ صرف سر سید کی تحریک کے مفادات کو آگے بڑھایا۔ بلکہ اردو نثر کا وقار بھی بلند کیا۔ نئے اسالیب کو متعارف کروانے اور قابل قبول بنانے میں سر سید احمد خان اور ان کے ساتھیوں کا حصہ ناقابل فراموش ہے۔ سر سید کے مضامین میں مقصد کا غلبہ غالب ہے۔ اور وہ ہمیشہ اپنے مقصد ہی کی بات کرتے ہیں۔

ان کی علمی تحریک کے اس دور میں اگر ان کو پڑھ کر ہمیں اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ ہمیں کس طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ اور ان کے مضامین کا اصل مقصد کیا ہے۔ سر سید کی تحریر میں کافی حد تک شگفتگی پائی جاتی ہے۔ وہ اپنے مضامین میں شگفتگی پیدا کرنے کے لیے کبھی کبھی ظرافت سے کام لیتے تھے۔ لیکن ظرافت اس حد تک ہوتی تھی جس حد تک ان کی سنجیدگی، متانت اور مقصد کو گوارا ہے۔ سر سید احمد خان کے مضامین میں اثر و تاثیر پائی جاتی ہے ان کے خیالات میں خلوص اور سچائی ہے۔ سر سید احمد خان کی تحریریں یقین و اعتماد پیدا کرتی ہیں۔ ان کی تحاریر رنگ خیالات ادا کرنے کے قابل ہوتی ہے۔

ہم ہیں تہذیب کے علمبردار
ہم کو اردو زبان آتی ہے۔

(محمد علی ساحل)

سر سید احمد خان نے اپنے مضامین اور تحاریر سے اردو زبان و ادب

گو ان کے یہاں مقام عطا کیا ہے۔

رومانوی تحریک کو عموماً سر سید احمد خان کی علمی تحریک کا ردِ عمل قرار دیا جاتا ہے۔ کیونکہ سر سید احمد خان کی تحریک ایک اصلاحی تحریک تھی۔ یہ دور تہذیب الاخلاق کا دور تھا اور تہذیب اخلاق کو ادبی، مذہبی، اخلاقی، تہذیبی اور عقلی محور پر قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

اسی جذبے اور احساس کے خلاف رومانوی تحریک کا ردِ عمل شروع ہوا۔ رومانیت کا مطلب رومانی ہے۔ عشق و محبت سے متعلق تمام چیزوں کو رومانی کہا جانے لگا۔ اردو میں رومانیت کی ابتدا انیسویں صدی کے آخری حصے میں ہوئی۔ لیکن اسے فروغ بیسویں صدی میں ملا۔ وقتی حالات اور مغربی خیالات نے اس تحریک کو آگے بڑھنے میں مدد دی۔ رومانوی تحریک ایک ایسی تحریک تھی جس نے نہ صرف مغربی ادب کو متاثر کیا۔ بلکہ اردو ادب نے بھی اس کے گہرے اثرات کو قبول کیا۔ انگریزی ادب میں **ورڈز ورتھ** اور **کولرج** کی شاعری میں رومانوی تحریک کے نقوش ملتے ہیں۔ اس کے بعد اردو ادب میں بھی آہستہ آہستہ رومانوی رجحان واضح ہونے لگا۔ اس رجحان کے علمبرداروں میں **اقبال، اختر شیرانی، عظمت اللہ خان**، **جوش** اور **حفیظ جالندھری** کے نام اہم ہیں۔ ترقی پسند شعراء کے یہاں بھی رومانوی رجحان ملتا ہے۔ انگریزی ادب میں رومانیت سے جو مفہوم اخذ کیا گیا۔ اردو شعراء نے اسے قطعی مختلف انداز میں لیا۔ اردو شاعری میں رومانیت بالعموم عشقیہ شاعری کے معنوں میں پیش کی جاتی رہی ہے۔ مغرب کی رومانوی شاعری نے تخلیق کار اور قاری دونوں کو فرسودہ روایتی انداز سے نکال کر نئے انداز کی جانب مائل کیا۔

Scanned with CamScanner

الغرض اردو ایک ایسی زبان ہے جس نے تمام ادبی پہلوؤں پر
احاطہ کر رکھا ہے۔ خواہ وہ شاعری ہو، نظم ہو، افسانہ
غیر افسانوی یا کوئی ناول یا ڈرامہ۔ اردو زبان
اپنے اندر بے شمار مواد سموئے ہوئے ہے۔ اس میں
بے شمار زبانیں پائی جاتی ہیں۔ اور اردو زبان
دنیا کے ہر خطے میں بولی جانے والی تیسری بڑی زبان
ہے۔ اردو زبان اظہار رائے کا سب سے حسین اور
بہترین ذریعہ ہے۔ کسی بھی قوم اور ملک کی ترقی نہ صرف اس
قوم کی قومی زبان پر منحصر ہوتی ہے۔ بلکہ اتحاد و ترقی
کی ضامن بھی ہوتی ہے۔ اور اس ملک کی عزت اور
شناخت و وقار کی اساس بھی ہوتی ہے۔

سو سال کا نہیں یہ ساتھ یہ صدیوں کا ساتھ ہے
تشکیل ارض پاک میں اردو کا ہاتھ ہے۔